توضیح القرآن

جلد اوّل

سُورَۂ فَاتِحَہ
سُورَۂ بقَرَہ (۱۔۱ رکوع)

شیخ محمد اقبال ایم۔اے (عربی)، ایم۔اے (اسلامیات) ایم۔اے (فلسفہ)
ڈبلیو۔پی۔ای۔ایس (1)

علمی کتاب خانہ ○ اردو بازار لاہور
فون ۶۲۸۳۳
ہدیہ پانچ روپے پچاس پیسے

22-AE ROAD LAHORE
297.122

بڑھکر اللہ کو یاد کرو۔

ان آیات کے احکام میں اِصلاحی پہلو مدِّنظر ہے۔ اس لئے اخیر میں بتایا کہ دنیا پر مرنہ مٹو۔ آخرت کا بھی خیال رکھو ورنہ اگلی دنیا میں بے نصیب رہو گے۔

حج کی بنیاد تقویٰ ہے، باپ دادا کا اشتہار، یا خودنمائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست دُعا پھیلاؤ اور مغفرت کی درخواست کرو۔ محض دنیا کی طلب نہ کرو۔

مزدلفہ سے واپسی پر منیٰ میں تین چار روز قیام رکھا جاتا ہے۔ آیت ۲۰۳ میں ارشاد ہے کہ ان مقررہ ایام میں بھی اللہ کو یاد کرو اور اس کی عبادت کرو۔ اگر دو ہی دن قیام رکھو تو بھی کچھ حرج نہیں۔ البتہ کافرانہ رسوم اب ترک کردو۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور سے لوگ جو بھلا لگتا ہے تجھے قول اس کا میں حیات (دنیا کی)

اور لوگوں میں کوئی ایسا (بھی ہوتا ہے) کہ دنیا کی زندگی کے بارے میں اس کا قول تجھے بھلا لگتا ہے

اَعْجَبَ بھلا لگا، پسند آیا

يُعْجِبُ بھلا لگتا ہے، پسند آتا ہے

وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ

اور گواہ کرتا ہے اللہ (کو) پر جو میں دل اس کا

اور وہ اللہ کو اُس بات پر جو اس کے دل میں ہے گواہ کرتا ہے

شَهِدَ گواہ ہوا

اَشْهَدَ گواہ ٹھہرایا

Marfat.com

یعنی اللہ کا کلمہ فریب دینے کے لئے پڑھتا ہے اور خدمت دین کے نام سے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔

وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

حالانکہ	وہ	سخت	جھگڑالو

حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے

لَدَد (اسم مصدر) سخت جھگڑا کرنا

اَلَدُّ سخت جھگڑالو، سخت عداوت کرنے والا۔ جمع لُدّ ہے۔

خِصَام (۱) اسم مصدر ہے خَاصَمَ سے
خصومت، عداوت، دشمنی
(۲) بعض کے نزدیک خِصَام جمع ہے خَصَم (دشمن) کی
اَلَدُّ الْخِصَام شدید الجدال (خازن) سخت جھگڑالو

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ

اور	جب	پلٹا	دوڑا	میں	زمین

اور جب وہ پلٹ کر جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے

سَعٰی (۱) دوڑا (۲) کوشش کی

لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ

تاکہ	بگاڑ پیدا کرے	اس میں	اور	ہلاک کرے	کھیتی	اور	انسان وحیوان

تاکہ اس میں بربادی کرے اور کھیتی کو اور انسان وحیوان کو تلف کرے

Marfat.com

فَسَاد بگاڑ، بدنظمی، خرابی، بربادی
نَسْل (۱) مخلوق، ہر جاندار (۲) اولاد

وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

اور اللہ نہیں چاہتا ہے فساد

اور اللہ بربادی کو نہیں چاہتا

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

اور جب کہا گیا اس سے ڈر

اور جب اس سے کہا جاتا ہے' اللہ سے ڈر

اِتَّقٰى تقویٰ کیا، ڈرا
يَتَّقِي ڈرتا ہے
اِتَّقِ (امر) تو ڈر

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

پکڑ رکھا اسے گھمنڈ ساتھ گناہ

(تو) گھمنڈ اس کو گناہ پر (اور) پختہ کرتا ہے

عِزَّة (۱) غلبہ (۲) گھمنڈ، نخوت، اکھڑپن
اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (۱) جاہلانہ تعصب اور گھمنڈ نے اس کو گناہ پر پکڑ کر تھام لیا (مدارک) یعنی گھمنڈ اس کو گناہ پر پختہ کرتا ہے۔
پکڑ لی ہے اس کو عزت ساتھ گناہ کے (شاہ رفیع الدینؒ)

Marfat.com

تو سخوت اس کو گناہ پہ دوتا آمادہ کر دیتی ہے (تھانوی)
(۲) بعض کے نزدیک یہاں بِالْاِثْمِ میں با نے سببیہ ہے۔ اس صورت میں اَلْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ کے معنی ہوں گے، گھمنڈ جو گناہ کے سبب سے تھا۔ ترجمہ یوں ہوگا:
گناہ کے گھمنڈ نے اس پر قابو پالیا۔

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

تو کافی ہے	اس کو	اور — برا	بچھونا
تو جہنم اس کو بس ہے		اور یہ برا ہی بچھونا ہے	

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ

اور	سے	لوگ	جو	بیچتا ہے جان اس کی

اور لوگوں میں (کوئی ایسا بھی ہوتا) ہے جو اپنی جان تسلیم کر دیتا ہے

يَشْرِيْ بیچتا ہے، عوض میں دیتا ہے۔
یہاں مراد ہے اللہ کے حوالے کر دیتا ہے، تسلیم کر دیتا ہے

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

طلب	رضا	اور	شفیق	ساتھ بندے

رضائے الٰہی کی طلب میں اور اللہ بندوں پر بہت شفیق ہے

مَرْضَات (مصدر میمی ہے) رضا، خوشنودی

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً

اے	جو	ایمان لائے	داخل ہو	میں	سب

اے وہ جو ایمان لائے ہو سب اکٹھے اطاعت میں آجاؤ

اَیْ اِسْتَسْلِمُوْا لِلّٰہِ وَاَطِیْعُوْہُ (کشاف)

سِلْمٌ (۱) اصل میں صلح اور امن کو کہتے ہیں

(۲) استسلام، اطاعت (مدارک، خازن)

(۳) اسلام

كَآفَّةً سب یک جا

یعنی کوئی بھی باہر نہ رہے۔

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

اور	نہ اتباع کرو	قدم	

اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

یقیناً	وہ	لئے تمہارے	دشمن	واضح

یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ

تو	اگر	لغزش کی تم نے	بعد	کہ	آئیں تمہارے پاس	کھلی نشانیاں

پھر اگر تم نے لغزش کی اس کے بعد کہ تمہارے پاس کھلی نشانیاں آچکیں

Marfat.com

زَلَّ اس نے لغزش کی
زَلَلْتُمْ تم نے لغزش کی

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

تو جان لو کہ یقیناً غلبہ والا حکمت والا

تو جان لو کہ یقیناً اللہ غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ

کیا وہ انتظار کرتے ہیں سوائے کہ آئے ان کے پاس اللہ

کیا انہیں یہی انتظار ہے کہ ان کے پاس آئے اللہ

فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ

میں سائبان سے بادل اور فرشتے

بادل کے سائبانوں میں اور فرشتے (بھی آئیں)

ظُلَّة وہ چیز جو سایہ کی طرح ہو پر ہو۔ سائبان جمع ظُلَل ہے

وَ قُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع ۲۵ ۹

اور ختم کیا گیا امر اور طرف لوٹائے جاتے ہیں امور

اور بات انجام کو پہنچا دی جائے اور (سب) امور اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں

قَضَى الْاَمْرَ اس نے بات کو فیصل کر دیا، طے کر دیا، سرانجام کر دیا
قُضِيَ الْاَمْرُ (مجہول) بات انجام کو پہنچ گئی۔

Marfat.com

تفسیر آیت ۲۰۴ ——— ۲۱۰

اخلاص و اطاعت کی تاکید

ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے ۔ ایمان جس قدر مضبوط ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا درجہ اسی قدر بلند ہوتا ہے ۔ ایمان ضعیف ہو تو عمل میں کمی رہ جاتی ہے ۔ اس لئے آیت ۲۰۸ میں اہلِ ایمان سے ارشاد ہے کہ تم سب اطاعت میں داخل ہو جاؤ ، مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں کوئی آدمی سستی نہ کرے شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۔ تمہارے پاس دینِ اسلام کی حقانیت کی کھلی نشانیاں آچکیں اس لئے اب اطاعت اور فرماں برداری میں کوئی کسی سے پیچھے نہ رہے ۔

آیات زیرِ نظر میں دو آدمیوں کی مثال دی گئی ہے ۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ محض فریب دینے کے لئے پڑھتا ہے ۔ بات بات پر جھگڑے اٹھاتا ہے اور خلق کی بربادی کے سامان کرتا پھرتا ہے ۔ اسے جب ہلاکت خیزی سے منع کیا جاتا ہے تو اس ممانعت کو اپنے معاملات میں ناجائز دخل جان کر اور گھمنڈ میں آتا ہے اور اپنی روش پر سخت تر ہو جاتا ہے ۔ اس جہنمی شخص کے برعکس دوسرا شخص وہ ہے جس نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بیچ دیا یعنی اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن رہے گی ۔ اہلِ ایمان کو چاہیے کہ اس دوسرے شخص کی مثال کو سامنے رکھیں اور اپنی زندگیاں فی سبیل اللہ وقف کر دیں ۔ کامل ایمان کا یہی تقاضا ہے ۔

منافقین کے بارے میں ارشاد ہے کہ فریب کے ہتھکنڈے چھوڑ دیں ۔ وہ

کیوں نہیں سمجھتے کہ برائی کا انجام برا ہے۔ وقت آرہا ہے جب ان کا انجام اسی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا جس طرح گزشتہ اقوام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا عذاب بادلوں کی صورت میں آیا تھا۔ اس کے بعد انہیں مہلت نہیں ملے گی۔ اور قصہ ختم ہو چکا ہو گا۔ آج کی مہلت سے فائدہ اٹھائیں ؛

Marfat.com

روح نے چھیڑا نغمۂ پیہم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارفِ قرآن

اسماء القرآن۔ وحی۔ نزولِ قرآن۔ جمع و تدوین

اسماء القرآن قرآن کے لغوی معنی ہیں: جمع کرنا۔ پڑھنا
قرآن حکیم میں انسانی ہدایت کے سب بنیادی اصول اور معرفت حقائق کے کل رموز جمع ہیں علاوہ ازیں یہ اول روز سے بسرد تحریر ہوا اور پڑھا جانے لگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآن رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مندرجہ ذیل ناموں سے بھی یاد فرمایا ہے:

کتاب: کیوں کہ شروع سے تحریری صورت میں ہے۔

فرقان: اس کے لغوی معنی ہیں کسوٹی۔ قرآن چوں کہ حق و باطل کی کسوٹی ہے۔ اس لیے فرقان کہلاتا ہے۔

کلام: اس لیے کہ اللہ کا کلام ہے

ذکر: لغوی معنی ہیں یاد رکھنا یا بھول ہوئی چیز کو یاد رکھنا) قرآن حکیم انسان کو زندگی کا بھولا ہوا درس یاد دلاتا ہے۔ اس لیے ذکر بھی ہے۔

ھُدیٰ: شفاء وغیرہ۔

آیت۔ سُورت قرآن حکیم ۱۱۴ سورتوں میں منقسم ہے۔ سورت کے لغوی معنی ہیں۔ شرف۔ منزلت اور بلندی۔ اس لفظ کے راہ میں چار دیواری کا مفہوم بھی شامل ہے قرآن کی سورت سے مراد ایک مستقل

Marfat.com

فقہ یا باب ہے اس تسمیہ کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ہر سورت علم و حکمت کی بلندی، اعجاز کے شرف اور قدر و منزلت کی رفعتوں کی مالک ہوتی ہے اور معانی و مطالب کی ایک ایسی مستحکم فصیل ہوتی ہے جس میں باطل کسی صورت راہ یاب نہیں ہو سکتا۔

سورت کی جمع سور ہے۔

ہر سورت آیات سے ترکیب پاتی ہے۔ آیات اکثر فقرات یا جملوں کا حکم رکھتی ہیں لیکن بعض آیات ایسی بھی ہیں جو فقط چند حروف کا مجموعہ ہیں۔

آیت کے لفظی معنی ہیں۔ علامت، نشانی یا معجزہ۔ قرآن کریم کی ہر آیت قدرتِ خداوندی کی ایک نشانی ہے جس کا جواب لانا محال ہے۔ ہر آیت ایک معجزہ ہے۔

قرآن حکیم کی بعض سورتیں بڑی ہیں، بعض چھوٹی۔ شروع میں سو سے سورہ فاتحہ کے طویل سورتیں ہیں۔ جوں جوں آگے جاتے ہیں، سورتوں کا طول گھٹتا جاتا ہے۔

وحی: قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام بندوں تک تین ذرائع سے پہنچاتا ہے یعنی:

۱۔ اشارۂ سریع

۲۔ تکلیم الٰہی یعنی اللہ تعالیٰ کا خود ہم کلام ہونا۔

۳۔ ارسالِ ملک یعنی فرشتہ کے ذریعے پیغام بھیجنا۔

ان تینوں سورتوں کے لیے وحی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے لیکن پہلی صورت میں اس کا استعمال فقط لغوی ہے۔ دوسری دو صورتوں میں وحی کا اصطلاحی مفہوم ہے۔ ان سب کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ اشارۂ سریع

قرآنِ حکیم میں اس کے لیے وحی کا لفظ لغوی معنی کے ساتھ آیا ہے یعنی سریع (لطیف) اشارہ سے بات سمجھا دینا۔ اسے القاء اور الہام بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

اس کی تین قسمیں ہیں :

(ا) جبلی ادراک : اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی کو اس بات کی وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں اور عمارات میں گھر بناؤ اور ہر طرح کے پھل کھاؤ۔ انسانی رُوح کے بارہ میں ارشاد ہے :

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (الشمس ۹۱- ۸) (اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدیوں اور تقویٰ (کے فرق) کا الہام کر دیا۔

یہاں وحی اور الہام سے مراد وہ ادراک ہے جو طبیعت یا سرشت میں ودیعت ہوتا ہے۔

(ب) کسی مفہوم کا دِل میں وارد ہونا :

اس صورت میں الفاظ نازل نہیں ہوتے۔ دِل میں کسی فکر و استدلال کے بغیر بے تامل ایک واضح خیال اترتا ہے مثلاً

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ (ہم نے مُوسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ اسے دُودھ پلاؤ)

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ (اور جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسُول پر ایمان لاؤ)

اس نوع کا الہام ایک غیر نبی کو بھی ہو سکتا ہے۔ غیر نبی کا الہام قطعی نہیں ہوتا اور نہ دین میں حجت ہوتا ہے چاہے اس کا وصُول کرنے والا کتنی ہی بڑی ہستی کیوں نہ ہو۔ اس الہام سے حاصل شدہ علم کو علمِ لدُنّی کہتے ہیں جس کی دلیل قرآنِ حکیم کی اس عبارت سے لی گئی ہے :

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم سکھایا)

(پارہ ۱۵۔ رکوع ۱۲)

Marfat.com

نبی کا الہام قطعی واضح اور غیر مبہم ہوتا ہے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ دین میں حجت ہوتا ہے۔ اس کی اتباعت نبی پر واجب ہوتی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے الہام نازل ہوا ہے، مثلاً نمازوں کی تعداد، ان کی رکعات، ادائے نماز کا طریق وغیرہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس الہام کو وحیِ غیر متلو (وہ وحی جس کی تلاوت نہ کی جائے) کہا جاتا ہے۔

(ج) رویائے صالحہ (نیک خواب): اسے رویائے صادقہ (سچا خواب) بھی کہتے ہیں۔ رویائے صادقہ انبیاء کے علاوہ اللہ کے دیگر نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ غیر نبی کا رویاء قطعی نہیں ہوتا۔ نبی کا خواب سراپا واقعیت ہوتا ہے اور پیدۂ سحر کی طرح روشن۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزولِ قرآن سے قبل رویائے صالحہ کے ذریعے الہام ہوتا تھا۔

حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو خواب ہی میں حکم ہوا تھا کہ بیٹے کی قربانی پیش کیجئے۔

وحیِ رحمانی اور وحیِ شیطانی

مذکورہ بالا مثالیں وحی رحمانی کی ہیں۔ بد لوگوں کو بھی وحی ہوتی ہے مگر شیطان کی طرف سے۔ اس کو وحیِ شیطانی کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے اس سے خبردار کر دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ (اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں القاء کرتے ہیں)۔ شیطانی وسوسے اسی قبیل سے ہیں۔ جھوٹے نبیوں کو شیطانی الہام سے بہت وافر حصہ ملتا ہے۔

۲۔ تکلیمِ الٰہی: اس صورت میں اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے خود نبی سے ہم کلام ہوتا ہے، کبھی پردہ کے پیچھے سے اور کبھی روبرو۔ اللہ تعالیٰ نے وادیٔ سینا میں حضرتِ موسیٰؑ سے پسِ پردہ کلام کیا۔ حضرت موسیٰؑ کے کان آواز کو سنتے تھے

Marfat.com

لیکن انکو بولنے والے کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اللہ تعالیٰ سے دو بدو ہم کلام ہوئے۔

۳۔ اِرسالِ ملک یعنی فرشتہ کے ذریعے پیغام بھیجنا:

فرشتہ کبھی اصلی ہیئت میں اور کبھی انسانی صورت میں ان کا پیغام لے کر آتا ہے اس ذریعہ سے غیر نبی کے لیے بھی پیغام آ سکتا ہے۔ مثلاً حضرتِ مریمؑ کے پاس فرشتے پیغام الٰہی لاتے رہے۔

آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرتِ جبرئیل علیہ السلام قرآن حکیم کی وحی لاتے تھے۔ اس وحی کے لیے تنزیل کا لفظ بھی آتا ہے: وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (اور وہ یقیناً رب العالمین کی تنزیل ہے جس کے ساتھ روح الامین یعنی جبرئیل نازل ہوئے۔)

آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار سوال ہوا کہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ فرمایا، ہر مرتبہ فرشتہ آتا ہے۔ بعض دفعہ گھنٹی بجنے کی آواز کے ساتھ آتا ہے۔ یہ وحی اس وقت ختم ہوتی ہے جب اسے یاد کر چکتا ہوں۔ یہ وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے۔ کبھی فرشتہ انسانی صورت اختیار کر کے آتا ہے۔ میرے ساتھ کلام کرتا ہے اور میں اس کا کلام یاد کر لیتا ہوں۔

سطورِ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ وحی کی قطعی اقسام فقط انبیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اصطلاحی لحاظ سے وحی کا لفظ صرف اسی قسم کے لیے مستعمل ہے۔ بعض دفعہ اسے وحیِ شرعی اور وحیِ نبوت بھی کہتے ہیں۔ غیر انبیاء کے لیے وحی کا لفظ صرف لغوی معنی میں رائج ہے۔

نزولِ قرآن: ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے اکتالیسویں برس میں تھے کہ ماہِ رمضان کی ایک رات جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہرِ مکہ سے تین

Marfat.com

میل دُور غارِ حرا میں مصروفِ عبادت تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور قرآنِ حکیم کی یہ آیات پہنچائیں :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ	پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہے صاحبِ کرم جس نے انسان کو قلم سے تعلیم دی اور اس کو بتا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اس کے بعد وحی وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی۔ یہ تسلسل آنحضورؐ کی زندگی کے آخری ایام تک رہا۔ قرآن حکیم کا نزول ۲۲ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن میں مکمل ہوا۔

قرآنِ حکیم نجماً نجماً (ٹکڑوں میں) نازل ہوا۔ قرآن حکیم کا وصول کرنا ایک عظیم ذمہ داری تھی جس کا احساس وہی کر سکتا تھا جس پر قرآن حکیم نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ خود اسے قولِ ثقیل (وزنی کلام) کے نام سے یاد کرتا ہے۔ یہ وہ کلام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے پہاڑوں اور زمینوں پر پیش کیا تو وہ کانپ گئے اور اس کے اٹھانے سے عجز کا اظہار کیا۔ اتنا بڑا بوجھ جو پہاڑوں سے نہ اُٹھ سکا، ایک انسان کے دِل پر کس طرح یک بارگی اُتارا جا سکتا تھا۔ آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو عجیب کیفیت گذر جاتی تھی۔ چہرۂ مبارک سرخ ہو جاتا اور سخت سردی میں بھی پیشانی مبارک پر پسینہ نمودار ہو جاتا تھا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں اُتارا تاکہ آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل ثقیل کا خوگر ہو جائے۔

قرآن حکیم کے بتدریج نازل ہونے میں ایک اور حکمت بھی نظر آتی ہے اسلام سے قبل عرب کی دینی، معاشرتی اور اخلاقی حالت ناگفتہ بہ تھی، ان میں ایک انقلاب لانا مقصود ہے۔

Marfat.com

یہ انقلاب کڑی آزمائشوں اور شدید مشکلات کا طالب تھا۔ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسی تکلیف میں نہیں ڈالتا جو ان کی طاقت سے فزوں تر ہو۔ قرآنی انقلاب ایک دن میں نہیں آسکتا تھا، اس کے لیے مہلت اور تدریج کی ضرورت تھی۔ قرآن حکیم کے آہستہ آہستہ نازل ہونے کا یہ فائدہ ہوا کہ ساتھ ساتھ ایک مرکزی جماعت قائم ہوتی گئی۔ اس میں درجہ بدرجہ اس قدر استعداد آگئی، کہ اس نے نہ صرف عرب بلکہ بیرونِ عرب کو بھی اپنے سانچہ میں ڈھال لیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے مہینہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن حکیم کا دَور فرماتے تھے۔ زندگی کے آخری رمضان میں دوبار اعادہ کیا۔

مکی اور مدنی آیات

ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعد از بعثت کی زندگی کے دو دَور ہیں۔ تقریباً تیرہ برس آپ مکہ میں مقیم رہے۔ اسے مکی دَور کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے۔ اور باقی زندگی جو گیارہ برس کے لگ بھگ ہے وہیں بسر کی۔ اسے مدنی دَور کہتے ہیں۔

نزولِ قرآن کا آغاز اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز ایک ہے۔ قرآن کا ایک حصہ ہجرت سے پہلے نازل ہوا اور ایک بعد میں۔ وہ آیات جو ہجرت سے قبل اتریں، مکی آیات کہلاتی ہیں۔ مکی آیات سے مراد فقط وہ آیات نہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں، بلکہ وہ سب آیات ہیں جو پیش ہجرت نازل ہوئیں، چاہے مکہ میں یا مکہ سے باہر، جو آیات ہجرت کے بعد آئیں وہ مدنی آیات کہلاتی ہیں، چاہے ان کا مقامِ نزول مدینہ تھا یا کوئی اور جگہ۔

مکی سورتیں بالعموم مختصر ہیں۔ ان کا تعلق زیادہ تر ایمان و اعتقاد سے ہے۔ ان میں ایمان والوں کے لیے جنت کی بشارتیں ہیں اور منکرین کو دوزخ کا خوف دلایا گیا ہے۔ مکی دَور اسلام کا ابتدائی دَور تھا۔ اس لیے زیادہ تر ایمان

Marfat.com

پر تھی، کیوں کہ ایمان ہی دین کی بنیاد ہے۔ یہ خوب مستحکم ہو جائے تو جبھی اس پر باقی عمارت اٹھانا ممکن ہوتا ہے۔ مکی سورتوں میں خطاب اکثر یٰاَیُّھَا النَّاسُ (اے لوگو) کے الفاظ سے ہے۔

مدنی سورتیں عموماً طویل ہیں۔ مدینہ میں اسلام کی ایک ذمی اختیار اور مضبوط ریاست قائم ہو گئی تھی۔ اس لیے قوانین اور قواعد کی آیات نازل ہونے لگیں۔ اب چوں کہ یہود و نصاریٰ سے بھی قریب کا واسطہ پڑ گیا تھا، اس لیے ان کا ذکر بھی قرآن حکیم میں بکثرت آنے لگا۔ مدنی سورتوں میں خطاب عام طور سے، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے ہے۔

جمع و تدوین:

قرآنِ حکیم کی جمع و تدوین اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ یہ بات اجماع اور تواتر سے بلا اختلاف ثابت ہے کہ سورتوں اور آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔ توقیف کے لفظی معنی ہیں، تعلیم دینا یا واقف کرنا۔ مراد یہ ہے کہ اس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا تھا۔ اس میں نہ آنحضورؐ کی رائے یا اجتہاد کو دخل ہے اور نہ آپؐ کے بعد کسی دیگر فرد کی رائے کو۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک ایک آیت کا مقام و محل حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا تھا۔

قرآن حکیم کی سورتوں اور آیات کی ترتیب نزولی اعتبار سے نہیں بلکہ مضامین کے لحاظ سے ہے۔ بعض مختصر سورتیں بیک وقت نازل ہوئیں، لیکن دیگر سورتوں کی آیات نوبت بہ نوبت آتی رہیں۔ ضرور نہ تھا کہ ایک سورت کے تمام ہونے کے بعد دوسری سورت کا آغاز ہوتا، بلکہ بعض ایام میں ایک سے زائد سورتوں کا نزول جاری رہتا تھا۔ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابتِ وحی کے لیے خوشخط اور ماہر کاتب مقرر کر رکھے تھے۔ جب وحی نازل ہوتی اور یہ مکمل طور پر الگ سورت نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب کو حکم دیتے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں

Marfat.com

مقام پر درج کرلو۔ اسی ترتیب سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اور حفاظ قرآن زبانی بھی یاد کر لیتے تھے۔ جمع و ترتیب کا یہ فریضہ آنحضورؐ کی حیات مبارک ہی میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انجام دیا گیا۔ قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب اسی وقت سے بعینہٖ چلی آتی ہے، اس میں کوئی ردّوبدل یا کمی بیشی نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن حکیم کے بارے میں اعلان ہے: اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ یعنی اس کا جمع کرنا اور پڑھا جانا ہمارے ذمے ہے۔ ربِّ حکیم نے اس مقصد کے لیے اوّل روز سے اہلِ اسلام کے سینے کھول دیئے اور ان کے لیے نوشت و خواند اور تعلیم کے سامان کر دیئے۔ حالانکہ قبلِ اسلام کے عرب قلم اٹھانا عار جانتے تھے۔ فقط ذہنی یادداشت پر انحصار کرتے تھے۔

کلامِ مجید کو بعض صحابہؓ نے لکھ کر پاس رکھ لیا تھا۔ اکثر کے پاس قرآن کے فقط چند اجزاء تھے۔ لیکن بعضوں کے پاس مکمل قرآن بھی تھا۔

قرآن حکیم کے متعدد مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آیات شروع ہی سے تحریری حالت میں تھیں اور صحابہ کرامؓ اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ہم سابقہ اوراق میں بتا آئے ہیں کہ اسی سبب سے اس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اور قرآن کے نام دیئے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیات اس کی مزید تائید کرتی ہیں:

۱۔ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ۔ (قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی جو کشادہ ورق میں ہے)۔

۲۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ۙ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ (یہ آبرو والا قرآن ہے۔ ایک غلاف پوش کتاب میں ہے۔ اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے ہیں)۔

اُس وقت کاغذ کی بہت قلت تھی۔ جو کاغذ دستیاب تھا وہ بھی از بس گراں تھا۔ بعض صحابہؓ نے کاغذ (قرطاس) پر بھی قرآن حکیم لکھا لیکن بالعموم کھجور کی چھال، پتھر کی لوحوں، اونٹ کے شانہ کی چوڑی ہڈیوں اور چمڑے کے ٹکڑوں وغیرہ پر آیات

Marfat.com

ثبت کر لیتے تھے۔ ان مختلف النوع ٹکڑوں کی شیرازہ بندی کیوں کر ممکن تھی؟ اس لیے ترتیب یافتہ اور شیرازہ بند مجلد کی صورت میں قرآن کا کوئی نسخہ نہ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ قرآن اپنی صحیح ترتیب و تدوین کے ساتھ حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا۔ قرآن کا حفظ کرنا بے اندازہ ثواب کا موجب ہے۔ صحابہ کرامؓ اس کارِ خیر میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

قرآنِ کریم کی حفاظت کا اولین وسیلہ ہمیشہ سے حفاظِ کرام کا حفظ رہا ہے شروع میں کئی برس تک قرآن میں اعراب کا رواج نہ تھا۔ اعراب کے وجود میں آنے کے بعد بھی ان کو آخری اور مکمل صورت کہیں دو صدی بعد دی گئی۔ لوگ حافظہ کی مدد اور سینہ بسینہ تعلیم سے پڑھ لیتے تھے۔ حضرت امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) اور بعض دیگر علماء کی رائے تھی کہ اعراب صرف انہی نسخوں میں درج کیے جائیں جو نو آموز طلبہ کے لیے ہوں۔ افضل پسند نہ تھا کہ مشق یافتہ اصحاب اعراب والے نسخوں سے پڑھیں۔

سطورِ بالا کے پیشِ نظر ہمارا دعویٰ ہے کہ جہاں تک قرآنِ حکیم کی محض ترتیب اور حفاظت کا تعلق ہے، اگر قرآن کبھی سپردِ قلم نہ ہوتا تو بھی فرق نہ پڑتا۔ لیکن تحریر اور کتابت کے بھی بے بہا فوائد ہیں۔ اس لیے آنحضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اس کا بھی اہتمام کیا گیا۔

صدیقیؓ کارنامہ:

حضرت صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں مسیلمہ کذاب سے اہلِ اسلام کی خونریز جنگ ہوئی کئی مسلمان جامِ شہادت پی گئے۔ ان میں ستر (۷۰) حفاظِ قرآن بھی تھے۔

ان حفاظ کو قرآنِ حکیم نہ صرف زبانی یاد تھا، بلکہ ان کے پاس تحریری اجزاء بھی تھے جو مل کر ایک نسخہ کے برابر ہوتے تھے۔ جو حفاظ صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف تھے، ان میں سے بعضوں نے آپؐ کی زبانِ مبارک سے براہِ راست سن کر قرآنِ حکیم لکھ لیا تھا۔ ان کی تحریروں کا کھو جانا ایک ناقابلِ تلافی نقصان تھا

ایسے مستند نوشتے مشکل سے میسر آسکتے تھے۔

اِس وقت عرب کے چپہ چپہ میں باغیوں اور مرتدوں کے خلاف جنگ کے محاذ کھلے ہوئے تھے۔ شمعِ حق کے پروانے دیوانہ وار جانیں نثار کر رہے تھے۔

حضرتِ عمرؓ نے یہ صورتِ حالات دیکھی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا: یمامہ کے دن متعدد حفاظ قرآن جہاد کی نذر ہو گئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ سب مقاماتِ جنگ میں حفاظ کرام اسی طرح جانیں دیتے رہے تو قرآن مجید کا ایک کثیر حصہ کھو جائیگا۔ میری رائے ہے کہ آپ قرآن حکیم کو جمع کرنے کا حکم دیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے تو اس تجویز کو اہمیت نہ دی اور کہا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا، اُسے میں کیسے ہاتھ لگا سکتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اس میں بھلائی ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اصرار کرتے رہے، حتیٰ کہ انہیں قائل کر لیا۔ فیصلہ ہوا کہ وہ تمام نوشتے جمع کیے جائیں جو حفاظ نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھے ہیں۔ اور ان کی نقل کر لی جائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس مہم کے لیے حضرت زیدؓ بن ثابت کو منتخب کیا جو ایک کامل الفن کاتب تھے۔ انہوں نے کئی برس آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر وحی کی کتابت کی تھی۔ آنحضورؐ جس وقت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے اس وقت انصار کے اس دُرِ یتیم کی عمر کل گیارہ برس تھی، لیکن قرآن سے عشق اور حافظہ کی خداداد سرعت کا یہ حال تھا کہ، اسورتیں ازبر کر چکے تھے۔ آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم اِن کی ذہانت دیکھ کر بہت مسرور ہوتے اور انھیں یہود کی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ حضرت زیدؓ نے مہینوں نہیں بلکہ دِنوں میں اس دقیق زبان میں اس قدر مہارت پیدا کر لی کہ یہود کی طرف آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراسلات لکھنے لگے۔

حضرتِ ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت زیدؓ جوانی کی منزل میں تھے۔ پورا قرآن یاد تھا۔ اِس عمر میں ذہنی قویٰ شباب پر ہوتے ہیں، اس لیے بھول چوک کا امکان

Marfat.com

بہت کم ہوتا ہے۔ قرآن حکیم قریشی رسم الخط میں لکھا جاتا تھا اور زیدؓ کی قرأت قریشی تھی۔ الغرض ان اسباب کی بناء پر حضرت صدیق اکبرؓ کی نظرِ انتخاب حضرت زیدؓ پر گئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے جناب زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر کہا کہ تم نوجوان اور عاقل ہو اور ہمیں تمہارے بارہ میں کوئی بدگمانی نہیں۔ یعنی دیانت، حافظہ یا اہلیت کے بارہ میں تم رسول اللہ صلی اللہ کے کاتبِ وحی تھے، اس لیے قرآن حکیم کے اجزاء کو تلاش کر کے جمع کرو۔ قرآن حکیم کا ایک نسخہ لکھ لو۔ حضرت زیدؓ نے پس و پیش کیا کہ جو کام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود نہیں کیا ہم کیوں کریں۔ لیکن جناب ابوبکرؓ اور عمرؓ کے اصرار کے سامنے انھیں سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔

یہ ایک گراں بار فریضہ تھا۔ حضرت زیدؓ کو معتبر ذرائع سے ان نوشتوں کو اکٹھا کرنا تھا جو ہادیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے سُن کر لکھے گئے تھے۔ اس کے لیے انتہائی احتیاط اور محنت کوشی کی ضرورت تھی۔ حضرت زیدؓ کا قول ہے کہ اگر اس فرض (یعنی اجزائے قرآن کو ایک کتاب میں منتقل کرنے) کے بجائے مجھے پہاڑ اٹھا کر منتقل کرنے کا حکم ہوتا تو اسے آسان تر سمجھتا۔

عوام میں اعلان کر دیا گیا کہ جس صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سُن کر قرآن حکیم کا کچھ حصہ لکھا ہو، اسے پیش کرے۔ لوگوں کے پاس چمڑے کے ٹکڑوں اور لکڑی اور پتھر وغیرہ کی تختیوں پر جو آیات تھیں، اٹھا لائے، ان کو جمع کر کے قرآن حکیم کا ایک مکمل نسخہ احاطۂ تحریر میں لایا گیا۔

حضرت زیدؓ خود حافظِ کتاب تھے۔ لیکن احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی صحابیؓ قرآن کا نوشتہ لاتے تو کم از کم دو حافظوں کی شہادت لی جاتی کہ یہ نوشتہ رسول اللہ سے براہِ راست سُن کر لکھا گیا ہے۔

الغرض نہایت تحقیق اور جانفشانی کے ساتھ قرآنِ حکیم کو قرطاس پر قلم بند کیا گیا۔ یہ نسخہ الگ الگ صحیفوں میں تھا۔ اسے صُحُف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت زیدؓ کے کام کی اصل اہمیت یہ تھی کہ آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سُنے ہوئے تحریری اجزا کو جمع کیا۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ صدیق کے عہد میں قرآن کے جمع کرنے سے یہی مراد ہے۔ ان اجزا کو جمع کرنے کے بعد ان کی ایک نقل اتاری گئی۔

صحف پہلے حضرت ابوبکر صدیق کی تحویل میں رہے۔ بعدہٗ ان کے جانشین حضرت عمرؓ کی حفاظت میں آئے ان کی وفات کے بعد ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے سپرد رہے

عثمانیؓ کارنامہ

عرب میں متعدد قبائل ہیں جن کی بولیوں میں کچھ کچھ اختلاف ہے۔ ایک ہی لفظ بعض دفعہ مختلف لہجے اور تلفظ سے بولا جاتا ہے۔ مثلاً بعض قبیلے یَفعَلُ کو یَفعِلُ اور اسلم کو عسلم بولتے ہیں۔ بعض قبیلوں میں جمع کی علامت بجائے نون کے میم ہے۔ الغرض لہجے اور تلفظ کے تلفظ کے لحاظ سے ہر بول کے انفرادی خصائص ہیں۔

لہجے اور تلفظ کا مجموعی نام عربی میں قرأت ہے۔ ملکِ عرب میں قرأت یعنی بولیوں کے اختلاف کے لحاظ سے سات بڑے گروہ تھے، اس لیے ہر قبیلہ کو اپنی قرأت کے موجب قرآن پڑھنے کی اجازت تھی۔ اختلافِ قرأت سے معانی میں کوئی بنیادی فرق نہیں آتا۔

خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک اسلامی فتوحات کے قدم دور دور تک بڑھ چکے تھے۔ کئی غیر عرب اقوام بھی رشتۂ اسلام میں منسلک ہوگئیں۔ انھیں قرآن پڑھنے کیلئے عربوں کی رہنمائی کی ضرورت تھی۔ وہاں بھی قرأت کا اختلاف تھا۔ اسلئے نومسلموں میں بھی اس اثر کا رونما ہوا۔ اس فرق میں بنیادی لحاظ سے تو کوئی قباحت نہ تھی۔ لیکن سیدھے سادے عوام بعض دفعہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بھی جو درحقیقت اختلافات نہیں ہوتے مضبوطی سے تھام لیتے ہیں اور ان پر ایسے اڑ جاتے ہیں گویا یہی عقیدہ کی جان ہیں۔ کبھی کبھار ان میں شدید تکرار بلکہ سر پھٹول تک کی نوبت آجاتی ہے۔

عثمانی عہد میں ایک صحابی حضرت حذیفہؓ عراق و ایران کی شمالی سرحدوں پر جہاد کے لیے گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ بعض افراد اپنی اپنی قرأت کو حق بجانب ٹھہرانے میں حد سے گزر رہے ہیں اور اس نوبت کا احتمال ہے کہ ہر قبیلہ صرف اپنی قرأت کو صحیح سمجھے اور دوسروں کو برسرِ غلط قرار دے۔ انجام یہ ہوگا کہ قرآنِ حکیم کے بارہ میں نزاع اٹھ کھڑی ہوگی۔

حضرت حذیفہؓ واپس آئے۔ حضرت عثمانؓ سے بصورتِ حال بیان کی، اور عرض کیا کہ آپ اس نازک موقع پر امت کی دست گیری کریں اور اٹھتے ہوئے افتراق کا سدباب کریں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے یہ معاملہ صحابہؓ کے سامنے رکھا۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ امت کو ایک قراءت پر جمع کرنا چاہیئے۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس سے صحیفے منگوائے اور حضرت زیدؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ ان کی نقول تیار کریں۔ ان کی اعانت کے لیے صحابہؓ کا ایک بورڈ مقرر کیا گیا تاکہ نئے نسخوں میں ہلکا سا فرق بھی نہ آئے جو بعد میں اختلاف کی بڑی خلیج پیدا کر دے۔ قرآنِ حکیم کی نقلیں قریشی قراءت کے موجب کی گئیں اور ہر صوبہ کے مرکز میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا گیا۔ ایک نسخہ مدینہ میں رکھا گیا۔ یہ نسخے الگ الگ صحیفوں میں نہ تھے، بلکہ ایک مجموعہ میں تھے۔ اس لیے صاحب کہلائے۔ مصاحف مصحف کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں صحیفوں کا مجموعہ۔ ان مصاحف کو آئندہ نسخوں کے لیے نظیر اور مثال کا کام دینا تھا، اس لیے انہیں المصاحف الائمۃ (یعنی معیاری مصاحف) بھی کہتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے فرمان جاری کیا کہ جہاں کہیں مذکورہ قرأتوں میں لکھے ہوئے قرآن ہوں جلا دیے جائیں تاکہ اختلاف کا کوئی امکان نہ رہے۔ حضرت عثمانؓ کی اسی پیش بینی کا ثمرہ ہے کہ آج قرآن حکیم میں اختلاف کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا، اور یہ کتاب دنیا بھر میں ایک ہی رسم الخط اور لغت کے موجب لکھی جاتی ہے۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کو اس کارنامہ کی بناء پر جامع القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جامع القرآن سے یہاں مُراد ہے اُمت کو ایک قراءت پر جمع کرنے والا۔ جہاں تک قرآن کو فقط جمع کرنے کا کام ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء سے رسُول اللہ کی حیاتِ مُبارک میں انجام پذیر ہو چکا تھا۔

اعراب

اعراب سے مُراد ہے حرکات یعنی زبر، زیر اور ضمہ وغیرہ۔ پہلے قرآن کریم میں اعراب نہ تھے۔ پچاس (۵۰) ہجری کے بعد لگائے گئے۔ اعراب پہلے نقطوں کی صُورت میں تھے۔ دیگر نقطوں سے تمیز کرنے کے لیے انھیں الگ سیاہی سے لکھا جاتا تھا۔ یہ خدمت حضرت علیؓ کے شاگرد ابوالاسود دُولی اور ان کے شاگردوں نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے انجام دی۔ صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ان میں ہر ایک نے اس نیک کارنامہ میں کس قدر حصّہ لیا۔ قرآنی حکیم کے اعراب کو حجاج بن یوسف سے منسوب کرنا درست نہیں۔

اعراب کو آخری شکل عباسی عہد میں ایک عالم خلیل بن احمد نے دی جو آج تک قائم ہے۔

توضیح القرآن

جلد اوّل

سورۂ فاتحہ
سورۂ بقرہ (۱۷ رکوع)

شیخ محمد اقبال ایم اے (عربی)، ایم اے (اسلامیات) ایم اے (فلسفہ)
ڈبلیو۔پی۔ای۔ایس (ل)

علمی کتاب خانہ ○ اردو بازار لاہور
فون ۶۲۸۴۳۳
ہدیہ پانچ روپے پچاس پیسے

Marfat.com